پاکستان کے دینی مدارس کا موجودہ نصاب اور بہتری کے بعض ممکنہ پہلوؤں کا جائزہ

A Research Review of Present Curriculum of Pakistan's Religious Madrassas and some Possible Aspects of its Improvement

مقالہ نگار: **ڈاکٹر محمد اسلام**
پوسٹ ڈاک ریسرچ فیلو، اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
mislamuom@gmail.com

Abstract

In Pakistan, different types of educational institutions are working. There are three different types of education systems running here. These education systems or educational institutions include government schools, Private schools and Religious schools (Dīni Madāris). There are three parallel education systems running simultaneously in Pakistan and different curricula are being taught in these three types of educational institutions. Apart from the curriculum, there is a big difference between them. As far as religious madrassas are concerned, the religious madrassas established in Pakistan have their own special historical background. The importance of religious madrassas in various respects is undeniable. These are the religious schools (Dīni Madāris) that are providing the good and virtuous people that the society needs. The role of religious madrassas in eradicating ignorance and illiteracy from the country does not need any introduction or statement. Compared to other educational institutions of Pakistan, free education is provided in religious madrassas which is considered as a great boon to the society, country and nation. Religious schools in Pakistan teach Qur'an, Hadith, Seerah, Fiiq, Syntax and Logic etc. These religious madrassas are operating under different federations (Wifāq). The syllabus being taught in the religious schools of Pakistan is called Dars e Nizāmī, which is attributed to Mulāna Nizāmu Uddīn Sehālvī (d. 1161 AH). The curriculum included books on various sciences and arts. With the passage of time some partial changes have been made in this syllabus as per the need and circumstances, but even today this syllabus is called Dars e Nizāmī. This research article will attempt to take a scholarly look at the syllabus of religious schools affiliated to different federations in Pakistan and at the same time consider some possible aspects of improvement.

***Keywords*:** Religious Madrassas, Dars e Nizāmī, Curriculum, Syllabus, Improvement and Changes.

پاکستان میں مختلف قسم کے تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں اور یہاں پر مختلف قسم کے تعلیمی نظام چل رہے ہیں۔ یہ تعلیمی ادارے سرکاری تعلیمی اداروں، پرائیویٹ تعلیمی اداروں اور دینی مدارس پر مشتمل ہیں۔ گویا پاکستان میں بیک وقت تین متوازی قسم کے تعلیمی نظام چل رہے ہیں ۔اِن مختلف قسم کے تعلیمی اداروں میں ایک دوسرے سے مختلف نصابات پڑھائے جارہے ہیں۔ نصابات میں فرق کے علاوہ دوسرے لحاظوں سے بھی ان میں بہت بڑا فرق وامتیاز پایا جاتا ہے۔ جہاں تک دینی مدارس کا تعلق ہے تو پاکستان میں قائم دینی مدارس کا اپنا ایک مخصوص تاریخی پس منظر ہے۔ مختلف لحاظوں سے دینی مدارس کی اہمیت مسلمہ اور ناقابل انکار ہے۔ معاشرے کی ترقی اور اصلاح میں سب سے اہم کردار کے حامل تعلیمی ادارے دینی مدارس ہی ہیں۔ معاشرے کے لئے جن صالح اور باکردار لوگوں اور رجال کار کی ضرورت ہوتی ہے وہ دینی مدارس ہی فراہم کر رہے ہیں۔ ملک سے جہالت اور ناخواندگی کے مٹانے میں دینی مدارس کا کردار اپنی مثال آپ ہے۔ دینی مدارس کا ایک خاصا یہ بھی ہے کہ اس میں مفت تعلیم دینے کا اہتمام کیا جاتا ہے جو کہ معاشرے اور ملک و قوم پر ان کا بہت بڑا احسان مانا جاتا ہے۔ پاکستان کے دینی مدارس میں قرآن، حدیث، سیرت، فقہ، صرف و نحو اور منطق وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ دینی مدارس مختلف وفاقوں کے زیرِ انتظام کام کر رہے ہیں۔ پاکستان کے دینی مدارس میں جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے اس کو درس نظامی کا نصاب کہا جاتا ہے جو مولانا نظام الدین سہالویؒ (م۔1161ھ) سے منسوب ہے۔اس نصاب میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں شامل تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ درس نظامی کے نصاب میں ضرورت اور حالات کے مطابق بعض جزوی تبدیلیاں بھی کی گئیں، لیکن ان تبدیلیوں کے باوجود آج بھی اس کو درسِ نظامی ہی کہا جاتا ہے۔ زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں پاکستان میں قائم مختلف وفاقوں (Boards) سے منسلک دینی مدارس کے نصابات کا ایک علمی جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ مدارس کے موجودہ نصاب میں بہتری کے بعض ممکنہ پہلوؤں پر بھی تفصیل سے بحث کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

پاکستان میں دینی مدارس کا تاریخی پس منظر اور تعارف

حافظ صلاح الدین یوسف مرحوم اپنے ایک مضمون میں دینی مدارس کے قیام اور خدمات کے بارے میں کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"اِن مایوس کن، ایمان شکن اور روح فرسا حالات میں صرف دینی تعلیم و تربیت کے وہ ادارے اور مراکز ہی امید کی ایک کرن ہیں، جنہیں مدارس دینیہ اور مراکز اسلامیہ کہا جاتا ہے، جہاں محروم طبقات کے بچے یا دینی جذبات سے بہرہ ور لوگوں کے نوجوان، دین کے علوم حاصل کر کے، مسلمان عوام کی دینی رہنمائی بھی کرتے ہیں اور اُن کی دینی ضروریات کا ساز و سامان بھی۔اِن کی وجہ سے ہی تمام مذکورہ شیطانی کوششوں کے باوجود اسلامی عبادات و شعائر کا احترام لوگوں کے دلوں میں ہے۔اس لحاظ سے یہ دینی مدارس اپنی تمام تر کوتاہیوں، محرومیوں اور کسمپرسی کے باوجود، جیسے کچھ بھی ہیں، اسلام کے قلعے اور پناہ گاہیں ہیں"[1]۔ حال ہی میں دینی مدارس کے حوالے سے ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن صاحب کی بڑی عمدہ کتاب منظر عام پر آئی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد مسلمانان پاکستان کے سامنے واضح ہدف یہ تھا کہ ایک ایسا نظام تشکیل دیں، جس کے نتیجے میں اُن کے علمی، فکری اور اعتقادی

مسائل بھی حل ہوں اور وہ اپنی تہذیب و ثقافت کے ساتھ ساتھ معاشرت، معیشت، صنعت، سیاست، تعلیم، تنظیم ہر ایک کو خالص اسلامی فکر اور تصورات کے ماتحت منضبط و متشکل کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے قیام پاکستان کے فوراً بعد قائداعظمؒ کے اشارے پر مسلم لیگ نے ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ اس کمیٹی کے چیئرمین تھے۔ کمیٹی کے اہم ممبران میں مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اور مولانا مودودیؒ وغیرہ شامل تھے۔ کمیٹی کے ذمے نظام تعلیم، نظام معیشت اور نظام سیاست کے حوالے سے اسلامی فکر کو مرتب کرنا اور اسلامی تصورات کو عملی خاکے کی شکل میں پیش کرنا تھا۔ نظام سیاست کے بارے تیار کیا ہوا خاکہ مطبوعہ شکل میں موجود ہے اور نظام معیشت کا ابتدائی خاکہ تیار کیا گیا تھا لیکن وہ 1947ء کے ہنگاموں میں ضائع ہو گیا۔ تعلیم و ثقافت کے بارے میں یا تو کمیٹی کو کام کرنے کا موقع ہی نہ ملا یا اُس کی رپورٹ سامنے نہیں آئی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلم لیگ کے صف اول کے قائدین کے دل میں اس کام کا احساس موجود تھا اور اُس دور کے جن اہل علم کو اس کام کے لئے مناسب سمجھا گیا، اُن اہل علم ہی کو دعوت دی گئی۔[2]

دینی مدارس کے نصابات میں تبدیلی کی بحث

پاکستان کے دینی مدارس کے نصاب کی تبدیلی کے سلسلے میں جن مختلف حلقوں یا حکومت کی طرف سے تبدیلی کے جن خواہشات کا اظہار ہو رہا ہے، تو سب سے پہلے اِن خواہشات کی نوعیت و کیفیت کو دیکھنا چاہیئے کہ اُن سے مراد کس قسم کی تبدیلی ہے۔ یعنی وہ مدارس کے نصابات میں کس قسم کی تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ اسی طرح جو لوگ یہ تبدیلی چاہتے ہیں تو اس تبدیلی سے خود اُن کے اغراض و مقاصد کیا ہیں۔ اور کہاں تک اُن کی باتوں میں مثبت آثار پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس تبدیلی سے مدارس کے مقاصد اور اصل اہداف کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچتا؟ اس سلسلے میں دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کے بارے میں حافظ صلاح الدین یوسفؒ کا مضمون بڑی اہمیت کا حامل ہے جو "مدارس دینیہ کے مقصد قیام کی روشنی میں تعلیمی اصلاح کیوں اور کیسے؟" کے نام سے ماہنامہ محدث لاہور میں شائع ہوا ہے۔ انھوں نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ نصاب میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت تو اس لئے نہیں کہ دینی مدارس کے قیام کا مقصد ڈاکٹر، وکیل، انجنیئر، صنعت کار اور کلرک پیدا کرنا نہیں، بلکہ علوم دینیہ کے خادم، دین اسلام کے مبلغ و داعی، قرآن کے مفسر، احادیث کے شارح اور دین متین کے علمبردار تیار کرنا ہے۔ اِن کا نصاب تعلیم اسی انداز کا ہے جن کو پڑھ کر وارثان منبر و محراب ہی پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اُن کا مقصد ایسے ہی رجال کار پیدا کرنا ہے نہ کہ دیگر شعبہ ہائے زندگی میں کھپ جانے والے افراد کا پیدا کرنا۔[3] اس سلسلے میں ہم برصغیر پاک و ہند کے سب سے بڑے اور مشہور علمی مرکز دارالعلوم دیوبند کے قیام کے مقاصد کو بھی بطورِ مثال پیش کر سکتے ہیں۔ اس علمی مرکز کی تاسیس کے وقت جن مقاصد عالیہ کا اعلان کیا گیا تھا، اُن میں سے بعض سرفہرست مقاصد کا خلاصہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد قرآن مجید، تفسیر، حدیث اور عقائد و کلام وغیرہ علوم کی تعلیم دینا اور مسلمانوں کو مکمل طور پر اسلامی معلومات بہم پہنچانا، رشد و ہدایت اور تبلیغ کے ذریعے اسلام کی خدمت انجام دینا ہے۔ اسی طرح طلباء کی زندگی میں اسلامی روح پیدا کرنا، اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور دین کا تحفظ اور دفاع کرنا اور خیر القرون اور

سلف صالحین جیسے اخلاق پیدا کرنا، حکومت کے اثرات سے اجتناب اور علم و فکر کی آزادی وغیرہ ہیں۔[4] حافظ صلاح الدین یوسف مرحوم نے نصاب میں بعض قسم کی تبدیلیوں کے حوالے سے تو اپنے تحفظات کا اظہار فرمایا ہے لیکن ایک درجہ اُن افراد کا بھی بتایا ہے جو مدارس کے نصاب میں صرف ایک خاص حد تک تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ مولانا مرحوم نے اس قسم کے افراد کی تحسین فرمائی ہے اور اس قسم تبدیلی پر اپنے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ایک چوتھا گروہ ہے، جو نصاب میں صرف اس حد تک تبدیلی کے خواہاں ہیں کہ منطق و فلسفے کی کتابوں کی بجائے عصر حاضر کے فتنوں، تحریکوں اور ازموں کو سمجھنے کے لئے بعض ضروری جدید علوم کی تدریس کا انتظام کیا جائے۔ اس تبدیلی سے یقیناً علماء کرام کے کردار کو زیادہ مؤثر اور مفید بنایا جاسکتا ہے۔ جس کے علما اور اصحاب مدارس قطعاً مخالف نہیں ہیں۔ بلکہ حسب استطاعت بعض بڑے مدارس میں ان کا اہتمام بھی ہے۔ اور اس میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے، جیسے انگریزی زبان کی تدریس، معاشیات کی تعلیم وغیرہ۔ کیونکہ اس تبدیلی اور اہتمام سے مدارسِ دینیہ کا اصل نصاب متاثر نہیں ہوتا، بلکہ اس کی تکمیل ہوتی ہے اور اس سے دین اسلام کی برتری کا وہ مقصد حاصل ہوتا ہے جو مدارسِ دینیہ کا اصل مقصد ہے۔ اس تجویز کو ایک دوسرے انداز سے بھی بروئے کار لایا جاسکتا ہے کہ مدارسِ دینیہ کے نصاب میں قدرے تخفیف کرکے اس کی مدتِ تکمیل چھ سال کر دی جائے اور اس کے بعد دو تین سال ان فارغ التحصیل طلبا کو جدید تعلیم اور جدید نظریات سے آگاہ کیا جائے۔ ایک تعلیمی اصلاح یہ بھی ضروری ہے کہ جدل و مباحثہ پر مبنی کتابوں اور فقہیات کے حصوں میں کمی کرکے قرآن و حدیث کے مضامین اور علوم کو زیادہ اہمیت اور زیادہ وقت دیا جائے اور ممکن ہو تو فقہی مقارنہ کا انتظام کیا جائے تاکہ طلبا میں فقہی جمود اور تنگی کی بجائے وسعت نظر بھی پیدا ہو اور وسعت ظرف بھی جس کی آج کل بڑی شدید ضرورت ہے"[5]۔ اہل علم نے مختلف ادوار میں جب بھی مناسب سمجھا، حالات اور تقاضوں کے مطابق مدارس کے نصابات میں تبدیلی کا عمل اختیار کیا، جیسا کہ اس بارے میں سید عزیز الرحمٰن صاحب نے اپنی پوری کتاب کا محور بھی صرف اسی نکتہ کو بنایا ہے۔ انھوں نے ساتویں صدی ہجری سے لے کر، ملا نظام الدین، دار العلوم دیوبند اور پھر موجودہ دور میں پاکستان کے مختلف وفاقوں کے نصابات کے نمونے بطورِ ثبوت درج کیے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے بلکہ ثابت کیا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں مدارس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ہر دور میں مختلف نصاب یہاں مروج رہے اور جس میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی کا عمل بھی جاری رہا۔[6] مولانا صلاح الدین یوسف مرحوم نے اپنے مضمون کا اختتام اِن کلیدی الفاظ پر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "خلاصہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے قیام کا اصل مقصد دینی علوم کی تدریس ہے تاکہ اس کے ذریعے سے دینی اقدار و روایات کا تحفظ کیا جائے۔ یہ کام کوئی اور ادارہ نہیں کر رہا ہے، بلکہ دین کو ملیامیٹ کرنے کی مذموم مساعی زور و شور سے جاری ہیں۔ اس لئے مدارس دینیہ کے تعلیمی نصاب میں اس انداز کی اصلاح کا کوئی جواز نہیں ہے جو اس کے اصل مقصد وجود کے منافی ہو۔ تاہم ایسے اصلاحات ضروری ہیں جن سے علماء کرام کے کردار کو زیادہ مؤثر بنایا جاسکے اور دعوت و تبلیغ میں عصری تقاضوں اور اسالیب کو ملحوظ رکھا جاسکے"[7]۔ سب سے پہلے اس بات کا بھی تھوڑا بہت جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے کہ مدارس کے نصاب میں بنیادی تبدیلی سے آخر مراد کیا ہے جو کہ مستحسن نہیں ہے؟ تو مدارس کا قیام

چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر عمل میں لایا گیا ہے اور لایا جاتا ہے، جن کا کام صرف اور صرف اسلام کے داعی اور مبلغین کا پیدا کرنا ہے۔اور اس کام کے لئے مدارس میں قرآن، حدیث، سیرت اور فقہ اسلامی ہی کی تدریس کی جاتی ہے جو کہ مدارس کے اصل ہدف اور مقصد حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔اب اگر اس میں بنیادی تبدیلی کی جائے یعنی مدارس کے قیام کا مقصد اور اہداف تبدیل کر دیے جائیں یعنی داعی اور مبلغین پیدا کرنے کی بجائے یہاں سے ڈاکٹر، وکیل یا انجنیئر وغیرہ تیار ہونا مقصد قرار دیا جائے، جیسا کہ ہمارے دوسرے تعلیمی اداروں کا مقصد ہے تو یہ بنیادی تبدیلی کہلائے گی۔اسی طرح یہ بھی بنیادی تبدیلی ہو سکتی ہے کہ اِن مقاصد کے حصول کے لئے پھر مطلوبہ اور درکار کتب اور مواد کو شامل نصاب کیا جائے تو واقعی یہ بنیادی تبدیلی کہلائے گی جو کہ مستحسن اور قابل قبول نہیں کہلائی جاسکتی۔اس لئے حافظ صلاح الدین صاحب نے لکھا ہے کہ: "اگر کسی ڈاکٹر سے یہ مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ ڈاکٹری کے ساتھ ساتھ وکالت یا انجنیئرنگ کی تعلیم بھی حاصل کرے،اسی طرح بھی ایک فن کے ماہر کے لئے ضروری نہیں کہ وہ دوسرے فنون میں بھی ماہر ہو تو پھر علمائے دین ہی کے لئے یہ کیوں ضروری ہو کہ وہ دینی علوم میں تخصص کے ساتھ ساتھ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی تخصص حاصل کریں؟"[8] بعض حلقوں کی اگر یہ سوچ ہو اور وہ مدارس کے اندر اس قسم کی تبدیلی کے خواہاں ہوں کہ مدارس اسلامیہ سے فارغ ہونے والے ڈاکٹرز اور انجنیئرز بھی ہوں،اسی طرح پائلٹ اور سائنس دان بھی ہوں تو اس قسم کی تبدیلی یا سوچ درست نہیں ہے۔اس لئے ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے صاف طور پر لکھا ہے کہ "عصری علوم و فنون سے استفادہ کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک محدث کو درس گاہ سے اٹھا کے انجنیئر بنا دیا جائے،ایک فقیہ کو دار الافتا سے اٹھا کے کہا جائے کہ تم میڈیکل ڈاکٹر ہو جاؤ۔اگر کوئی یہ سمجھتا ہے تو غلط سمجھتا ہے۔محدث کو محدث ہی رہنا چاہیئے، لیکن محدث ایسا ہو جو علم حدیث پر ماہرانہ، مجتہدانہ بصیرت رکھتا ہوں"[9]۔ غازی مرحوم کا یہ موقف سید عزیز الرحمٰن صاحب نے بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور خود اپنا موقف یہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بات ہر اعتبار سے واہیات اور بے بنیاد ہے کہ مدارس کے فضلا کو بھی ڈاکٹر اور انجنیئر بنایا جائے۔اس نوعیت کی بات کرنے والوں کا ذہن ہی اس حوالے سے اب تک واضح نہیں کہ مدرسہ اصل میں ہے کیا اور اس کی اصل خدمت کیا ہے؟ مدارس کا اصل کام ڈاکٹر، انجنیئر، اکاؤنٹنٹ، آئی ٹی ایکسپرٹ یا رنگوٹ تیار کرنا نہیں، بلکہ مدارس کا اصل کام ایک صالح معاشرے کی تشکیل اور اس کے لئے رجال کار کی تیاری ہے۔اسی طرح معاشرے کی قیادت کرنے والے صلاحیت اور صالحیت سے آراستہ و پیراستہ علما تیار کرنا۔غرض مدرسہ ایک تخصص کا شعبہ ہے جہاں سے ہمیں مخصوص علمی مہارت کے حامل علما درکار ہیں جن کی خدمات کے کئی ایک دائرے ہیں[10]۔ اس موقف سے ملتا جلتا موقف عصر حاضر کے ایک اور بہت بڑے عالم مولانا زاہد الراشدی صاحب نے بھی اپنی ایک تاریخی انٹرویو میں ڈاکٹر ممتاز احمد مرحوم کے ایک سوال کے جواب میں پیش کیا تھا۔یہ انٹرویو اب انٹرنیٹ پر بھی تحریری شکل میں "دینی مدارس روایت و تجدید" کے نام سے موجود ہے اور ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ڈاکٹر مرحوم نے ایک سوال دینی مدارس کے نصاب کے حوالے سے بھی کیا تھا کہ دینی مدارس اپنے نصاب میں انگریزی، سائنس، ریاضی اور دیگر جدید علوم و فنون کو شامل کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ مولانا زاہد الراشدی صاحب نے جواب یوں

دیا ہے کہ اس بارے میں تین گزارشات پیش خدمت ہیں۔ پہلی گزارش یہ ہے کہ دینی مدارس کو جائز حد تک ان علوم وفنون کو اپنے نصاب میں شامل کرنے سے کوئی انکار نہیں ہے۔ دینی مدارس کے تمام وفاق میٹرک کی سطح تک اپنے نصاب میں یہ مضامین شامل کر چکے ہیں۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ ان مضامین کو نصاب میں شامل کرنے کی جائز حد دینی مدارس کے ارباب حل وعقد کے نزدیک میٹرک ہے۔ اس کے بعد کے نصاب میں ان مضامین کی شمولیت ضروری نہیں بلکہ بعض حوالوں سے نقصان دہ ہے، اس لئے میٹرک کے بعد کے درجات میں ان مضامین کو شامل نصاب کرنے کے لئے دینی مدارس تیار نہیں ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد تعلیم کے دائرے تقسیم ہو جاتے ہیں اور ہر دائرہ میں اس شعبہ کے مضامین کی تعلیم ہوتی ہے، اس میں دوسرے شعبوں کے مضامین کو شامل نہیں کیا جاتا۔ مثلاً لاء کالج میں صرف قانون کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور اس میں سائنس پڑھانے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا، انجنیئر نگ میں صرف اس سے متعلقہ مضامین کی تعلیم ہوتی ہے اور اس میں قانون پڑھانے کا کوئی تقاضا نہیں ہوتا اور میڈیکل کالج میں صرف طب سے متعلقہ مضامین شامل نصاب ہوتے ہیں اور اس میں انجنیئر نگ کے مضامین کی تعلیم کو ضروری خیال نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح دینی تعلیم بھی ایک مستقل شعبہ ہے اور بنیادی تعلیم کی حد میٹرک ہو یا ایف اے، اس کے بعد دینی علوم کے نصاب میں دیگر شعبوں کے مضامین شامل کرنے کا مطالبہ ایسا ہی ہے جیسے لاء کالج میں سائنس پڑھانے کا مطالبہ کیا جائے یا میڈیکل کالج میں قانون پڑھانے کا تقاضا کیا جائے[11]۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں جو کتابیں شامل ہیں اس میں تبدیلی اس لئے نہیں ہونی چاہیئے کہ یہ کتابیں ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے لکھی ہیں اور ان اسلاف اور بزرگوں سے ہماری عقیدت اور محبت ہے۔

مدارس کے نصابات میں ضروری تبدیلی کے بعض ممکنہ پہلو

جہاں تک مدارس دینیہ کے نصاب یا نظام میں مثبت اور تعمیری طرز کی تبدیلیوں کا تعلق ہے تو یہ ہر وقت خوش آئند اور بار آور جذبات ہیں۔ اور اس قسم کی تبدیلی میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔ ڈاکٹر محمد امین صاحب اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

"دینی مدارس کی کچھ خدمات بھی ہیں جن سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ تاہم ان میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں جنہیں تسلیم کرنا چاہیے اور ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ اگر علماء اصرار کریں کہ ان کے دینی نظام تعلیم میں کوئی خرابی نہیں۔ ان کے ہاں سب اچھا ہے اور کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں تو ہمارے خیال میں یہ بھی انصاف نہیں۔ اپنی کمزوریوں کو کھلے دل ودماغ سے تسلیم کرنا اور ان کے اِزالے کی کوشش کرنا ہی زندہ اور شجاع افراد واقوام کا چلن ہوتا ہے۔ اسی سے اداروں میں اصلاح وترقی ہوتی ہے اور مستقبل میں اچھے نتائج نکلتے ہیں"[12]۔

موضوع سے متعلق درج بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ دینی مدارس کے نصابات کو مزید فعال بنانے کے لئے اور ان کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے لئے بعض مثبت اور ضروری تبدیلیوں کی ضرور گنجائش موجود ہے۔ اسی طرح یہ تبدیلیاں مؤثر اور بار آور بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔

بعض دیگر ضروری اور قابل توجہ پہلو

مدارس کے نصابات میں بہتری کی بحث صرف درج بالا مذکورہ پہلو تک محدود نہیں بلکہ بعض دیگر ضروری امور ان کے علاوہ بھی ہیں جن میں بہتری اور تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ ہمارے کئی اکابرین علماء کی تحریرات اور بیانات میں بھی اس قسم کی تجاویز ملتی ہیں۔ جن میں چند ایک ضروری پہلو درج ذیل ہیں۔

1۔ مدارس میں مختلف تخصصات کی شروعات کرنا

دینی مدارس میں مختلف قسم کے تخصصات تو پہلے سے بھی موجود ہیں لیکن اس میں بہتری لانے کی ضرورت ہے مثلاً تخصصات کا دورانیہ بڑھانا وغیرہ۔ ڈاکٹر سید عزیزالرحمٰن صاحب نے اس بارے میں بڑے پتے کی بات لکھی ہے کہ تخصص کسی کورس کا نام نہیں بلکہ کسی فن میں مہارت حاصل کرنے کا نام ہے۔ مطلب تخصص کا مقصد کسی سرٹیفکیٹ یا سند کے حصول تک محدود کرنا مناسب نہیں ہے۔[13]

2۔ نصابات میں سیرت و تاریخ اور بعض دیگر علوم کی کتب کو شامل کرنا

مدارس کے نصابات میں جمودی کیفیت سے نکلنا کوئی بری بات نہیں بلکہ ایک حوصلہ افزا کام ہے۔ اگر ہم مدارس کے مختلف وفاقوں کا بغور تحقیقی جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ سیرت و تاریخ کے حوالے سے بڑی تشنگی پائی جاتی ہے۔ اس لئے سیرت و تاریخ کے حوالے سے بہت کچھ شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے بہت عرصہ پہلے اس طرف توجہ دلانے کی کوشش کی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ بات بڑی حیرت انگیز بھی ہے اور افسوس ناک بھی ہے کہ علم سیرت برصغیر میں ایک طویل عرصہ تک نصاب کا حصہ نہیں رہا۔ بلکہ اب بھی ساری تعلیّوں اور دعاوی کے باوجود بیشتر دینی مدارس کے نصاب میں سیرت پاک کا موضوع الگ سے نصاب میں شامل نہیں ہے۔[14]

3۔ دوسری مختلف زبانیں سیکھنے کی ضرورت

مدارس کے طلباء اور فارضلین کے لئے مختلف زبانوں پر عبور حاصل کرنا ایک لائق تحسین کام ہے۔ آج بھی جن علمائے کرام کو مختلف زبانوں پر عبور حاصل ہے ان کی خدمات صرف علاقائی یا ملکی سطح تک محدود نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر وہ دعوت و تبلیغ کی سرگرمیوں میں مصروف عمل نظر آرہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے دین کی خدمت کا بہت بڑا کام لے رہا ہے۔ ماضی کو چھوڑ کر عصرِ حاضر میں بھی اس کی کئی مثالیں ہم دے سکتے ہیں۔ جیسے مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی محمد اسماعیل منک، ڈاکٹر بلال فلپس اور ڈاکٹر ذاکر نائیک وغیرہ کے نام خصوصی طور پر پیش کر سکتے ہیں۔[15]

4۔ جدید سائنسی آلات ور ٹیکنالوجی کے ذرائع کا استعمال

یہ بھی آج کل کا ایک اہم موضوع ہے کہ کس طرح مدارس سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس تیز رفتار دور میں سائنسی آلات مثلاً کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ سے بھرپور استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ کو بھی اس ضرورت کا خوب احساس ہے۔ بعض

مدارس ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی دینی نشریات کے لئے جدید آلات کو استعمال میں لایا ہے اور دیگر میں بھی اس رجحان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ بعض مدارس نے پہلے سے اس ضرورت کا احساس کیا ہوا ہے وہ اپنے مختلف چینلز اور سائٹس بھی رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک مثال ہم جامعۃ الرشید کراچی والوں کا بھی دے سکتے ہیں جو اس سلسلے میں اپنی مثال آپ ہے۔ آج کل تو آن لائن دینی تعلیم دینے کی شروعات بھی ہو چکی ہے جو آن لائن طریقے سے مختلف قسم کے دینی کورسز کروا رہے ہیں۔

خلاصۂ بحث

تمام طویل بحث کا حاصل یہ ہے کہ معاشرے کی ترقی میں دینی مدارس کا بہت اہم رول ہے۔ تمام مسالک سے منسوب اور تمام وفاقوں سے منسلک دینی مدارس ہمارا مشترکہ قابل قدر اثاثہ ہے۔اِن مدارس کی کارکردگی میں مزید بہتری لانے کی گنجائش ضرور موجود ہے لیکن بحیثیت مجموعی ان کا کردار بڑا شاندار اور قابل تعریف اور لائق تحسین ہے۔ پاکستان کے دینی مدارس میں پہلے سے جو نصابات پڑھائے جا رہے ہیں اور جو درس نظامی کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ مختلف وفاقوں سے منسلک مدارس کے نصابات مختلف لحاظوں سے آپس میں مختلف بھی ہیں اور بعض پہلو سے ان میں یکسانیت بھی پائی جاتی ہے۔ یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ ان نصابات میں بعض مثبت تبدیلی سے مزید بہتری کے واضح امکانات موجود ہیں۔

نتائج:

مقالے کے تمام تفصیلی مباحث کی روشنی میں حاصل ہونے والے بعض ضروری نتائج کا تذکرہ درج ذیل ہے:

1۔ پاکستان کے دینی مدارس کے نصابات میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ اس سے مدارس کے قیام کے مقاصد اور حاصل ہونے والے اصل اہداف خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔

2۔ دینی مدارس ہمارے تعلیمی اداروں کی ایک اہم قسم ہے۔ان کے اپنے خاص تعلیمی اور معاشرتی مقاصد ہیں۔ اصل میں یہ تخصص کا ایک خاص شعبہ ہے۔ دینی مدارس ہماری دینی تشخص اور تہذیبی ثقافت کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔ یہاں سے فارغ ہونے والے لوگ ڈاکٹرز، انجنیئر یا پائلٹ وغیرہ نہیں بنتے بلکہ علما کرام اور مبلغین اسلام بنتے ہیں، جو معاشرے کی اصلاح کی عظیم ذمہ داری پوری کرنے کے لئے مصروف عمل ہو جاتے ہیں۔

3۔ مدارس دینیہ کے نصابات میں مثبت اور ضروری تبدیلی کی ضرور گنجائش موجود ہے اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے لیکن ایسی تبدیلی کی بالکل ضرورت نہیں جس کا مدارس کے قیام کے اصل مقاصد سے ٹکراؤ اور تصادم ہو، یا جس سے مدارس اسلامیہ کی حریت و آزادی کو بھی کوئی خطرہ لاحق ہو۔

4۔ دینی مدارس میں جدید سائنسی آلات اور ذرائع کا مثبت استعمال کر کے اسلام کے پیغام کو دنیا تک آسانی کے ساتھ پہنچایا جاسکتا ہے اور مدارس کا اپنے طور پر اس طرف پہلے سے کافی رجحان بھی موجود ہے۔

حوالہ جات

[1]۔ یوسف، حافظ صلاح الدین، مولانا، "تعلیمی اصلاح کیوں اور کیسے" ماہنامہ محدث لاہور پاکستان، ج 34/ شمارہ2، ذی الحجۃ1422ھ/ فروری 2002ء، ص23۔

Yousaf, Hafiz Salah Uddin, Maulana, Tāʿlīmī Islāḥ q awr kaisy, Māhnāma Muḥadis, Lahore, Pakistan, vol. 34, Issue 2, 1422 A.H/Feb. 2002 A.D.

[2]۔ سید، عزیزالرحمٰن، ڈاکٹر، دینی مدارس بدلتے ہوئے زمانے میں، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی پاکستان، 1443ھ/2021ء، ص36۔

Dr. Syed, Aziz ur Rahman, Dīnī Madāris badalty huwy zamāny mey, Zawār Academy, Karachi, Pakistan, 1443 A.H /2021 A.D, p. 24 .

[3]۔ یوسف، حافظ صلاح الدین، مولانا، تعلیمی اصلاح کیوں اور کیسے؟، ص25۔

Yousaf, Hafiz Salah Uddin, Tāʿlīmī Islāḥ q awr kaisy, p. 25

[4]۔ رضویؒ، سید محبوب، تاریخ دارالعلوم دیوبند، المیزان، ناشران وتاجران کتب، لاہور پاکستان، 1426ھ/2005ء، ج1ص142۔

Rizvi, Syed Mahboob, Tārīkh Dār ul ʿUloom Deoband, Al- Meezān , Nāshirān wa Tājirān Kutub, Lahore, Pakistan, 1426 A.H /2005, vol. 1, p. 142 .

[5]۔ یوسف، حافظ صلاح الدین، تعلیمی اصلاح کیوں اور کیسے؟، ص30۔

Yousaf, Hafiz Salah Uddin, Tāʿlīmī Islāḥ q awr kaisy, p. 30.

[6]۔ سید عزیزالرحمٰن، ڈاکٹر، دینی مدارس بدلتے ہوئے زمانے میں، ص 81۔

Dr. Syed, Aziz ur Rahman, Dīnī Madāris badalty huwy zamāny mey, p. 81.

[7]۔ یوسف، حافظ صلاح الدین، تعلیمی اصلاح کیوں اور کیسے؟، ص 30۔

Yousaf, Hafiz, Salah Uddin, Tāʿlīmī Islāḥ q awr kaisy, p. 30.

[8]۔ ایضاً، ص27۔

Ibid, p. 27

[9]۔ غازیؒ، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات تعلیم، ص118۔

Dr. Ghazi, Mahmood Ahmad, Muḥāzarāt e Tāʿlīm, p. 118 .

[10]۔ سید، عزیزالرحمٰن، ڈاکٹر، دینی مدارس بدلتے ہوئے زمانے میں، ص140۔

Dr. Syed, Aziz ur Rahman, Dīnī Madāris badalty huwy zamāny mey, p. 140.

[11] . https://daanish.pk/51692 Access Date 03.01.2022

[12]۔ محمد امین، ڈاکٹر، "پاکستان کا دینی نظام تعلیم چند اصلاحی تجاویز"، ماہنامہ محدث لاہور پاکستان، ج34/ شمارہ2، ذی الحجۃ1422ھ/ فروری 2002ء، ص33۔

Dr. Muhammad Amin, Pakistan kā Dīnī Nizām e Tāʿlīm Chand Islāḥī Tajāwīz, Māhnāma Muḥaddis, Lahore, Pakistan, vol. 34, Issue 2, 1422 A.H/February 2002, p. 33.

[13]۔ ایضاً، ص194۔

Ibid, p. 194.

[14]۔ غازیؒ، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات سیرت ﷺ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور پاکستان، 1433ھ/2012ء، ص591۔

Dr. Ghazi, Mahmood Ahmad, Muḥāzarāt e Seerat, Al-Faisal Nāshirān wa Tājirān e Kutub, Lahore, Pakistan, 1433 A.H/2012 A.D, p. 591.

[15]۔ محمد اسلام، ڈاکٹر، تحقیق اور اُصولِ تحقیق، ص56۔

Dr. Mohammad Islam, Taḥqeeq Awr Usūl e Taḥqeeq, p. 56.